خدااور مادّہ

اشرف الحکماء مسیح الملک مولانا سید علی آشفتہ اجتہادی

تیری آنکھیں کور ہیں تو عقل کا پتلا سہی تیری دنیا تنگ ہے تیرے لئے دنیا سہی
کم ہے اک ذرّہ سے بھی وسعت میں گو صحرا سہی قطرۂ بے آبرو ہے پاٹ میں دریا سہی
کھول آنکھیں کھول بس تیری حقیقت دیکھ لی
عقل تیری دیکھ لی تیری فراست دیکھ لی

رمز ہستی کا تری نظروں سے مضمر ہی رہا دائرہ سے عقل کے یہ راز باہر ہی رہا
بس نمائش گاہ کا منظر یہ منظر ہی رہا دفتر تحقیق آخرکار دفتر ہی رہا
مادہ ہی مادہ میں رہ گئی فطرت تری
دشمن اوراک کتنی پست ہے ہمت تری

تیری نظروں میں یہ سب کون ومکاں فطرت کا ہے یہ زمیں فطرت کی ہے یہ آسماں فطرت کا ہے
سب نظام مہر و ماہ و کہکشاں فطرت کا ہے بوئے گل فطرت کی رنگ بوستاں فطرت کا ہے
تو سمجھتا ہے کہ فطرت کے سوا کچھ بھی نہیں
مادہ ہی مادہ سب ہے خدا کچھ بھی نہیں

یہ نظام روز و شب یہ انتظام مہر و ماہ یہ ثوابت اور سیارے یہ رنگیں جلوہ گاہ
سب یہ فیض مادہ ہے یا نظر کا اشتباہ او حقائق کے مخالف تجھ سے خالق کی پناہ
دیکھ کر نظم و نسق کیا عقل تیری کھوگئی
بے شعور و بے ارادہ چیز خالق ہوگئی

عقل فعل وعقل کل عقل ہیولانی کو دیکھ روح حیوانی وطبعی روح نفسانی کو دیکھ
حسن ترکیب نظام جسم حیوانی کو دیکھ بے بصیرت ارتقاء شان انسانی کو دیکھ

غور تو کر کس قدر منطق ہے یہ فطرت سے دور
تو فلاطون زماں اور تیرا خالق بے شعور

اس زمیں کو جانچ لے اس آسماں کو جانچ لے — اک منظم روح ہے سارے جہاں کو جانچ لے
عقل کے معیار پر کون و مکاں کو جانچ لے — روح سے اجسام کے ربط نہاں کو جانچ لے
اُف تخیّل کا یہ ہنگامہ تکلم کا یہ شور
جس سے تو واقف نہیں اس پر دلائل کا یہ زور

یہ تکلف یہ تنوع یہ تسلسل یہ نظام — یہ تقرر یہ تعین اور یہ حسن انتظام
ذرے ذرے میں ہزاروں فیض اور ہر فیض عام — مختلف سب کے وظیفے مختلف ہر شے کا کام
کار فرمائی حکیم عاقل و دانا کی ہے
یا ترے موہوم خالق کے رُخ زیبا کی ہے

تو یہ کہتا ہے کہ ہے تخلیق کی یوں ابتدا — مختلف انواع کے ذروں کی حامل تھی فضا
خود بخود میل طبعی ان میں جب پیدا ہوا — اک تناسب پر پہنچ کر جسم ذی حس بن گیا
اس تخیل کے تصدق اس تصور کے نثار
کس قدر آسان ہے یہ خود بخود کا اعتبار

علم بھی نام خدا رکھتا ہے تو جاہل نہیں — زندگی کا جز تعیش تیرے کچھ حاصل نہیں
نفس کا بندہ ہے تو اور روح کا قائل نہیں — تیرا دل تاریک ہے عرفان کے قابل نہیں
تیرا مسلک ہے یہی بس تیرا مشرب ہے یہی
تو فقط آزاد ہے اور تیرا مذہب ہے یہی

کس کو کہتے ہیں سزا اور کس کو کہتے ہیں جزا — حشر کیا اور نشر کیا دوزخ ہے کیا جنت ہے کیا
بس یہی منشاء ہے تیرا بس یہی ہے مدعا — تو مذاہب کو سمجھتا ہے تمدن کی بلا
کیا سزا کا ہے محل ذرے جدا ہونے کے بعد
جسم طبعی یہ کہاں ہوگا فنا ہونے کے بعد

ہے بظاہر ایک حد تک یہ مکمل اک دلیل　　تو نے رد کے واسطے چھوڑی نہیں کوئی سبیل
تیرا استدلال دلکش تبصرہ تیرا جمیل　　ہے ترے ادراک سے بالا مگر شان جلیل
جو بنا کے اپنی قدرت سے ہٹا سکتا بھی ہے
وہ اسی صورت سے پھر ذرے ملا سکتا بھی ہے

تو محقق ہے تو امعان نظر پیدا تو کر　　ان فضاؤں کے مناسب بال و پر پیدا تو کر
ذوق روحانی میں اپنے اک اثر پیدا تو کر　　ہے بڑی دشوار منزل راہبر پیدا تو کر
عقل کے مسلک پہ چل حیرت سے دیوانہ نہ بن
ہوش میں آ ہوش میں قدرت سے بیگانہ نہ بن

یہ نشاط زندگی یہ کامرانی تابہ کے　　ساز وساماں تابہ کے یہ زندگانی تابہ کے
غور تو کر یہ نظام جسم فانی تابہ کے　　یہ لڑکپن یہ بڑھاپا یہ جوانی تابہ کے
منکر خالق اگر خالق نہیں آرام ہے
اور جو خالق ہے تو پھر کیا ترا انجام ہے

توصیف امام چہارمؑ

محترمہ تنظیم زہراء نقوی کنیزؔ اکبر پوری صاحبہ

ہر حال میں پسند ہے مجھ کو علیؑ کی بات　　اس سے بڑی تو ہو نہیں سکتی خوشی کی بات
بیٹھے جہاں بھی ذکرِ علیؑ چھڑ گیا وہاں　　امت کو بھا گئی ہے یقیناً نبیؐ کی بات
پوتا ہو یا کہ دادا ہوں سجّاد دونوں ہیں　　میں آج جو بھی کرتی ہوں وہ ہے علیؑ کی بات
ذکرِ خدا سے قلب منور رہے سدا　　ہاں ہاں اسی کو کہتے ہیں بس روشنی کی بات
پروانہ وار شمع امامت پہ ہو فدا　　اس مرنے سے نکلتی ہے سو زندگی کی بات
روشن ہیں عرش وفرش، منور دل و دماغ　　شاید ہماری بات ہی ہے روشنی کی بات
تو زین عابدیں ہے تو سردار ساجدیں　　معراج ہوگئی ہے تری بندگی کی بات
کرتی ہے روز مدحتِ آلؑ نبیؐ کنیزؔ　　ہے اس سے بڑھ کے اس کے لئے کیا خوشی کی بات